٧٨٦

فرمان باری

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

بندگی کی صراط مستقیم

مرتبہ

حضرت مولانا الحاج محمد احتشام الحسن صاحب مدفیوضہم

ناشر

دار الاشاعت کاندھلہ ضلع مظفرنگر (یوپی) ہند

قیمت ——— ۲۵ پیسے

فاتحہ کتاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ○ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○ آمین ○

سب ستائش اس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ جزا کے دن کا مالک ہے۔

خدایا ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ اور صرف تجھی سے اپنے کاموں میں اعانت چاہتے ہیں۔ ہدایت عطا فرما ہمیں ہماری زندگی کیلئے اپنی صراط مستقیم کی اپنے ان لوگوں کے راستہ کی جن پر تو نے انعام فرمایا ہے نہ ان پر تیرا غضب ہے اور نہ وہ گمراہ ہیں۔ آمین۔

یہ قرآن مجید کی ابتدائی سورت ہے جس سے اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب کا افتتاح فرمایا ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ کی خدائی اور اس کی ربوبیت کاملہ تامہ کا اعتراف ہے۔ وہ بڑا مہربان اور رحم کرنیوالا ہے۔ وہی روز حشر اپنے تمام بندوں کو اعمال کا اچھا بدلا دینے والا ہے۔ اس اعتراف حقیقت کے بعد اپنی جانب سے اس امکا اقرار ہے کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کریں گے۔ کسی اور کی بندگی نہ کریں گے۔ اور تیرے ہی سے اپنے جملہ امور میں اعانت طلب کریں گے کسی اور سے چارہ جوئی نہ کریں گے۔ اس کے بعد اس صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کی درخواست ہے جو اس کے مقبول اور برگزیدہ بندوں کا انبیاء سے صحیح راستہ ہے۔ جن پر نہ کبھی کوئی عتاب ہوا ہے اور نہ وہ صحیح راستے

بیٹھے ہیں۔ جب ہم سب ہی یہ مالک ہر سمت بتا چکے ہیں اور خدا کی خدائی اور اپنی بندگی
و بیچارگی کے اعتراف و اقرار کے بعد اس کی بارگاہ سے اپنی زندگی کیلئے زندگی کی صراط مستقیم
کی التجا کرتے ہیں تو ہمیں معلوم بھی ہونا چاہئے کہ وہ صراط مستقیم کیا ہے؟ یہ صراط مستقیم
ازل سے ہے اور ہمیشہ کیلئے ہے اور تمام انسانوں کیلئے ہے وہ اس قدر مخفی اور پوشیدہ
نہیں ہو سکتی جس کو کوئی سمجھ بھی نہ سکے۔ جس ہدایت کیلئے پورا قرآن نازل کیا گیا ہے۔ اس کو
چھوڑ کر پس پشت ڈالکر کوئی دوسرا ہدایت کا راستہ کبھی فلاح و نجات نہیں پہنچا سکتا۔

زندگی کیلئے صراطِ مستقیم کیا ہے؟

آج پوری دنیا اضطراب و بے چینی میں مبتلا ہے۔ ہر سمت ہلاکت و تباہی کے
اسباب روز افزوں ہیں۔ کسی گوشہ میں سکون و اطمینان اور سلامتی و امن کی فضا نظر
نہیں آتی۔ اس میں اسلامی ممالک اور غیر اسلامی ممالک میں کوئی فرق و امتیاز نہیں
آسمانی آفتیں بھی ہر جگہ آ رہی ہیں اور خود انسانی مصنوعات بھی نوع انسانی کی تباہی
کے سامان فراہم کر رہی ہے۔ کیا یہ ایٹم بم آفت ہی تو نہیں جو ہمارے ہی ہاتھوں تیار
کرائی گئی ہے۔ ع اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

خالق کائنات نے انسان کو پیدا فرمانے سے پہلے اس کی روحانی اور مادی زندگی
کے لئے اصول و ضوابط بھی پیدا فرمائے تھے۔ مادی زندگی کے لئے قانون قدرت
ہے جس سے انسان یکسر متجاوز نہیں کر سکتا اور روحانی زندگی کیلئے قانون فطرت
ہے جس کو دین فطرت کہتے ہیں۔ کوئی انسان اس کو ماننے پر مجبور نہیں۔ یہاں انسان کو
یک گونہ اختیار دیا گیا ہے۔ اور اسی پر انسانی ترقی کا مدار ہے۔

غرض جس طرح انسان کے مادی گذران کے لئے انسان کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے تکوینی نظام قائم کیا گیا۔ اسی طرح اس کی روحانی ترقی اور پرواز کیلئے بھی ایک ضابطہ حیات اور دستور زندگی مقرر کر دیا گیا جس کو تشریعی نظام کہتے ہیں جو ابتداء سے ہے اور رہتی دنیا تک کیلئے ہے اور اسی پر انسان کی دارین کی ترقی اور نجات و فلاح موقوف ہے۔ جب اس میں کسی قسم کا بگاڑ اور فساد پیدا ہوتا ہے تو قانون قدرت کے موافق اسکا انتقام لیا جاتا ہے۔ انسان کو اسمیں ترمیم کی گنجائش نہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا — اور ہرگز نہ پاؤگے تم اللہ کی عادت میں تبدیلی۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا — اور ہرگز نہ پاؤ گے تم اللہ کی عادت میں گردش

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ — اور جو شخص کریگا برائی تو اسکا بدلہ دیا جائیگا

عادۃ اللہ ہمیشہ سے یہی ہے اور عادات خداوندی میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا کیا یہ ہماری تباہ کاریاں اسکا نتیجہ نہیں؟

یہ روحانی نظام زندگی انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ دنیا میں بھیجا گیا۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول آئے مختلف زمانوں اور ملکوں میں آئے جن کا آغاز ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا۔ اور اختتام انبیاء و رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔ آپ کو ایک جامع ضابطہ حیات دیکر بھیجا گیا جو رہتی دنیا تک تمام نوع انسانی کی صلاح و فلاح کا متکفل و ضامن ہے اور کامل و مکمل قانون خداوندی ہے۔ جس کے تحفظ و بقاء کا خود پروردگار عالم کی جانب سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جو قیامت تک اسی طرح محفوظ رہے گا۔ جیسا کہ نازل کیا گیا تھا۔ آپ پر سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کر دیا گیا اور تمام نسل انسانی کو آپ کی امت "دعوت" قرار دے دیا گیا۔

اب یہاں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) اصل دین کیا ہے؟ جو تمام الہامی خدائی مذاہب میں مشترک ہے۔ اور متفقہ مقاصد ہیں۔

(۲) انبیاء اور رسولوں اور الہامی کتابوں کے بھیجنے کا مقصد کیا ہے؟

(۳) سلسلہ نبوت و رسالت جو ابتدا سے نوع انسانی کی رہنمائی کر رہا تھا۔ نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں ختم کیا گیا جبکہ نوع انسانی رہتی دنیا تک ہدایت ربانی کی محتاج ہے۔ اور یہ ضرورت روز افزوں ہے؟

اگر ان تینوں سوالوں کو صحیح طور پر حل کر لیا جائے تو وجوہ فساد خود واضح ہو جائیں گی۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ ملت اسلامیہ "خیر امم" ہونے کے باوجود آج کیوں ذلت و نکبت میں مبتلا ہے جو روز افزوں ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ

ظاہر ہوا ہے فساد خشکی اور دریا میں اس وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا۔

مَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ

جو مصیبت بھی تمہیں پہنچی ہے تو تمہارے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے ہے

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

اور نہیں ظلم کیا ہے ان کو اللہ نے لیکن انہوں نے خود ہی اپنے پر ظلم کیا ہے۔

اس سلسلہ میں جو میری ناقص تحقیق ہے اس کو پیش کرتا ہوں تاکہ اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر لیا جائے چنانچہ نمبروار ہر سوال کے متعلق اپنی ناقص معلومات پیش کرتا ہوں۔

(۱)

(۱) پروردگار عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کرۂ ارضی کی کیچڑ سے بنایا۔ اور علم و فہم کی دولت سے نواز کر مسجود ملائکہ بنایا۔ اس وقت ابلیس نے کبر و غرور

کی وجہ سے سرکشی کی اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور مردود ازلی ہوا۔ تو ابتدا ہی سے فرمانبرداری اور نافرمانی کی دو راہیں کھل گئیں۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ فرمانبرداری کی راہ فرشتوں کی رحمانی راہ ہے۔ اور نافرمانی کی راہ "شیطانی راہ" ہے جس کی جانب قیامت تک شیطان لوگوں کو بلاتا رہے گا۔ جس کا آغاز بھی جنت ہی سے ہو گیا تھا اور شیطان نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہا السلام کو ورغلایا۔

یہ مہلت بھی اس کو پروردگار عالم ہی جانب سے مصلحۃً دی ہوئی ہے پھر پروردگار عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام ذریات کو نکالا اور ان سے اپنی ربوبیت اور خدائی کا اقرار کرایا۔ جس کا تقاضا بندگی فرمانبرداری ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ (الی) قَالُوْا بَلٰى (اعراف)

اور جب نکالا تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی ذریات کو اور ان کو ان کی جانوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ سب نے کہا 'ہاں بیشک'

پھر دوسرا معاہدہ انبیاء اور مرسلین سے یہ لیا گیا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (الی) فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (آل عمران)

اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم سے پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول جو سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو اس رسول پر ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا؟ اور اس پر میرا عہد قبول کر لیا؟ بولے اقرار کیا۔ فرمایا تو اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں پھر جو کوئی پھر جاوے گا۔ اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان (آل عمران)

یہ دوسرا معاہدہ بھی نبیوں کے ذریعہ ان کے متبعین سے ہی لیا گیا ہے۔
انہی عہد و پیمانوں کی جانچ اور امتحان کیلئے ذریات آدم کو روئے زمین پر بھیجا گیا ہے۔
ارشاد خداوندی ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا بیکار اور تم لوگ ہماری طرف نہ لوٹائے جاؤ گے!

الغرض ان دونوں عہد و میثاق پر نظر کرنے سے چند امور سامنے آتے ہیں۔
(الف) اللہ رب العالمین کی ربوبیت و خدائی اپنی بندگی و فرمانبرداری کا عہد۔
(ب) انبیاء مرسلین اور سابقہ الہامی کتابوں کی تصدیق و توثیق۔
(ج) سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ایمان و یقین
(د) دین محمدی کی نصرت و حمایت اور تسلیم و تصدیق
انہی امور پر سورۂ فاتحہ مشتمل ہے جو تمام قرآن مجید کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ پورا قرآن مجید اسکی توضیح و تشریح ہے۔
اور انہی امور کا قبر میں مردہ سے سوال کیا جائے گا۔ مَنْ رَّبُّكَ (تیرا پروردگار کون ہے)، وَمَا دِیْنُكَ (اور تیرا مذہب کیا ہے؟) وما ھذا الرجل الذی بعث فیکم (اور یہ شخص کون ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری طرف بھیجے گئے)۔
جیسا کہ حضرت براء بن عازب کی حدیث میں مذکور ہے (مشکوٰۃ از احمد و ابی داؤد)
پس واضح ہو گیا کہ یہی امور اصل دین ہیں جو تمام سابقہ شرائع میں مشترک ہیں۔
حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ

ایں بزرگواراں در اصول دین متفق اند و کلمہ ایشاں واحد است در ذات و صفات تعالیٰ و تقدس و حشر و نشر و ارسال رسل و نزول ملک و ورود وحی

یہ انبیاء کا برگزیدہ گروہ سب کے سب اصول دین میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ و تقدس کی ذات و صفات اور حشر و نشر اور رسولوں کی بعثت اور فرشتوں کے نزول اور وحی کے ورود اور

ونعیم جنت وعذاب جہیم بطریق خلود وتابید اختلاف ایشاں در بعض احکام است کہ بفروع دین تعلق دارد۔
(مکتوبات مجددیہ مکتوب ۲۳ جلد اول)

نعمائے جنت اور عذاب آخرت کے دائمی ابدی ہونے میں ان سب کی بات ایک ہے ان میں اختلاف بعض احکام میں ہے جو فروع دین سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ اصول مسلمہ بیان فرما کر اسی مکتوب میں حضرت مجدد صاحبؒ نے فروع میں اختلاف کی وجہ اور ان اصول متفقہ کی مزید تشریح دتوضیح بیان فرمائی ہے۔

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات اسمائی وصفاتی است و مظہر جمیع انبیاء است بر سبیل اعتدال کتابے کہ بروے منزل شدہ است خلاصہ جمیع کتب سماوی است کہ بر سائر انبیاء علیہم السلام منزل شدہ اند۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کو جامع ہیں اعتدال کیساتھ تمام انبیاء کرام کے مظہر ہیں۔ جو کتاب آپ پر نازل کیگئی ہے تمام الہامی کتابوں کا خلاصہ ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل کیگئی ہیں۔

وایضاً شریعتے کہ آں سرور اعطا فرمودہ اند زبدہ جمیع شرائع ماتقدم است واعمالے کہ بمقتضائے ایں شریعت حقہ است منتخب از اعمال شرائع سابقہ است بلکہ از اعمال ملائکہ نیز۔ . . . .
دریں شریعت از اعمال امم سابقہ وملائکہ مقرب خلاصہ از زبدہ آں را انتخاب کردہ اموری ساختہ اند (مکتوب ۱۰۰ جلد اول)

نیز جو شریعت کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی گئی ہے تمام سابقہ شرائع کا خلاصہ مقصود ہے اور جو اعمال اس شریعت حقہ کے بموجب مقرر کئے گئے ہیں وہ شرائع سابقہ کے مقرر کردہ اعمال بلکہ فرشتوں کے اعمال کے بھی منتخب ہیں اس شریعت حقہ میں امم سابقہ اور مقرب فرشتوں کے اعمال کو خلاصہ کر کے کر کے جوہر مقصود انتخاب فرما کر امت محمدیہ کو اس کا مامور و مکلف فرمایا ہے۔

ان میں پہلی تین باتیں تو بالکل صاف ہیں ۔ ان میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں قابل توجہ اور غور اس عہد و میثاق کا آخری جزء (یعنی دین محمدی کی نصرت حمایت) ہے کیونکہ اس موقع عہد و میثاق میں محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان و یقین پر اکتفا ء نہیں کیا گیا بلکہ پوری تاکید کے ساتھ آپ کے دین کی نصرت و حمایت کا بھی عہد و میثاق لیا گیا ہے ۔

اس کی اہمیت اس امر سے اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے تیرہ سال مسلسل اپنے کو قبائل عرب پر پیش فرمایا اور ان سے اللہ و رسول پر ایمان کے علاوہ دین کی نصرت و حمایت کا بھی مطالبہ فرمایا ۔ حالانکہ آپ کو اللہ رب العزت کی نصرت و حمایت کا پورا یقین و وثوق حاصل تھا ۔ آپ کو دوسروں کی نصرت و حمایت کی اصلاً حاجت نہ تھی ۔ چنانچہ آپ کے ادنیٰ امتیوں نے کفار و مشرکین کے نرغوں میں تن تنہا بے خوف و خطر اسلام کی دعوت کو پہنچایا ۔ اور کامیاب ہوئے ہیں [1] ۔

اب اس کا باعث اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ چونکہ دین حق کی نصرت و حمایت کا عہد اس میثاق ازلی میں داخل تھا ۔ اس لئے آپ اس کو امت سے پورا کرانا چاہتے تھے ۔ تاکہ پورے میثاق کی ادائیگی ہو جائے اور کوئی جزء ناتمام نہ رہے چنانچہ پروردگار عالم کا مومنوں کو حکم ہے ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ	اے ایمان والو ہو جاؤ تم اللہ کے دین کے مددگار
اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ	جیسا کہ جب کہا عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہ
مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ	کون ہے میرا مددگار اللہ کے دین کیلئے تو کہا حواریوں نے

---

[1] حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور دیگر بزرگان دین کے بکثرت واقعات ہیں کہ کس طرح ان بزرگوں نے کفرستان میں پہنچکر اسلام کی دعوت لوگوں کو پہنچائی اور ان کو اسلام کا گرویدہ بنایا ۔ ۱۲

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی پھر اس آیت میں مومنوں کو دین خداوندی کی نصرت وحمایت کا حکم دیا گیا جس سے مراد جہاد ہے کیونکہ جہاد سے مقصود بھی نصرت دین ہی ہے

(۲)

انسان کو پہلے عقل وشعور اور علم وفہم کی دولت دی گئی۔ پھر اس سے اپنی خدائی اور عبادت وفرمانبرداری کا مستحکم عہد ومیثاق لیا گیا۔ لیکن محض انسانی عقل وشعور اور علم وفہم پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ انسان کی صحیح رہنمائی اور مزید یاددہانی کے لئے انبیاء اور رسولوں کی برگزیدہ اور مقدس جماعت کو بھیجا گیا اور ان کے ذریعہ اپنے احکام کتابوں اور صحیفوں کی شکل میں بھیجے۔

ابتداء آفرینش سے انبیاء اور رسولوں کے سردار خاتم النبیین نبی آخر زمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ونبوت تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ورسول بھیجے گئے۔

سب کی اصل دعوت ایک تھی۔ ایک ہی پیام تھا اور ایک ہی مقصد حیات تھا، یعنی پروردگار عالم کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے اور نافرمانی وسرکشی کی راہ اختیار نہ کی جائے۔ یہی زندگی اور بندگی کی صراط مستقیم ہے۔

پس انبیاء اور رسولوں کی بعثت درحقیقت اس میثاق ازلی کی یاددہانی بھی ہے اور مخلوق خدا کی صحیح رہنمائی بھی ہے اور مخلوق کے لئے آخری حجت خداوندی بھی ہے جس کے بعد آخرت میں بازپرس اور گرفت کی جائے گی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ تاکہ نہ رہے لوگوں کے لئے اللہ پر حجت رسولوں کے آنے کے بعد

اسی لئے روز حشر کافروں سے کہا جائے گا۔

اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَتْلُوْنَ	کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے
عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ رَبِّکُمْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ	جو تم پر تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھتے تھے اور
لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا	تمہیں تمہارے اس دن کے حال سے ڈراتے تھے

اس آخرت کی دائمی سزا کے علاوہ پروردگار عالم نے تنبیہ اور تحدید کے لئے اپنی سرکشی نافرمانی کے نتائج دنیا میں بھی دکھائے ہیں۔ اور سرکشوں اور نافرمانوں کو ان کی سرکشی اور نافرمانی کی پاداش میں ہلاک اور برباد بھی فرمایا ہے تاکہ دوسروں کے لئے یہ تباہی و بربادی تازیانۂ عبرت بنے وہ آخرت کے بُرے انجام سے آگاہ ہوں۔

نوع انسانی کی سابقہ تاریخ پوری شہادت دے رہی ہے کہ جس قوم نے اللہ اور اس کے احکام سے سرتابی اور سرکشی کی ایسی طرح تباہ و برباد ہوئی کہ روئے زمین پر اس کا نام و نشان تک نہ رہا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا	اور کتنی آبادیاں سرکشی کی انہوں نے اپنے پروردگار
وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًا	اور اس کے رسولوں کے حکم سے پس گرفت کی ہم
وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا فَذَاقَتْ	نے ان کی سخت گرفت اور سزا دی ہم نے انہیں
وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا	انوکھی سزا پس چکھ لیا انہوں نے اپنے کرتوت کا
خُسْرًا	وبال اور ہوا ان کے کرتوت کا انجام خسارہ۔

مخلوق کو یہ سزائے عبرت بھی اسی وقت دی گئی جبکہ ان کے پاس رسولوں کو بھیجکر ان کو حق و صداقت سے آگاہ کردیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰی	اور نہیں ہے تمہارا پروردگار کسی آبادی کو ہلاک
حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا یَّتْلُوْا	کرنیوالا جب تک کہ اس کے مرکز میں رسول

05:13

عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا وَمَا کُنَّا مُہۡلِکِی الۡقُرٰی اِلَّا وَ اَہۡلُہَا ظٰلِمُوۡنَ

بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہو اور ہم کسی آبادی کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر اس حالت میں کہ اس آبادی والے ظالم ہوں۔

اس سے انبیاء اور رسولوں اور الہامی کتابوں کے بھیجنے کی غرض و غایت بخوبی واضح ہو گئی۔ وہ مخلوق کی ہدایت کے لئے بھی بھیجے گئے اور مخلوق کے لئے اتمام حجت بھی تھے تاکہ دنیوی اور اخروی سزا میں وہ لوگ اپنی بے خبری اور لاعلمی کا عذر نہ پیش کر سکیں۔

انبیاء سابقین کی دعوت اور اس کے نتائج اور واقعات کو مختلف اسلوب کے ساتھ قرآن مجید میں بار بار ذکر کیا گیا ہے جو کفار و مشرکین کے لئے درس عبرت بھی ہیں (بشرطیکہ ان تک ان واقعات و نتائج کو پہنچا بھی دیا جائے)

اور مسلمانوں کیلئے درس عمل بھی ہیں (بشرطیکہ وہ اس عمل جدوجہد کو اختیار بھی کریں جس کی وجہ سے ان کو بار بار دہرا گیا ہے)۔

اور یہ ذمہ داری علماء امت پر زیادہ عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کو انبیاء سابقین کا وارث اور جانشین قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل — میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں

العلماء ورثۃ الانبیاء — علماء امت انبیاء کرام کے وارث ہیں۔

یہاں یہ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء سابقین کے واقعات میں اس امر کا بار بار اظہار کیا گیا ہے۔ کہ ان پر بہت کم لوگ ایمان لائے

وَمَا اٰمَنَ مَعَہٗۤ اِلَّا قَلِیۡلٌ — اور نہیں ایمان لائے ان کے ساتھ مگر تھوڑے لوگ

حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول کی ساڑھے نو سو سالہ دعوت کے نتیجہ میں [illegible] اشخاص نے ایمان قبول کیا۔ اور انہی اشخاص نے کشتی میں سوار ہو کر

عذاب الٰہی سے نجات پائی باقی تمام قوم غرق آب ہو کر ہلاک ہوئی۔ جس سے بخوبی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین کی دعوت خود ایک مطلوب اہم مقصود امر ہے کیونکہ قرآن مجید کلام الٰہی ازلی ہے۔ اور پروردگار عالم علام الغیوب ہے اور علیم وخبیر ہے۔

ان نتائج کے علم کے باوجود انبیاء سابقین سے دینی دعوت میں جدوجہد کرانا اور ان کو ہر نوع کے مصائب اور مشکلات میں مبتلا کرنا دعوت دین کی اہمیت کو بخوبی واضح کر رہا ہے۔

پھر جس قدر جس نبی و رسول نے دین حق کی دعوت میں جدوجہد کی مصائب اور مشکلات برداشت کئے اسی قدر بارگاہ خداوندی میں مقرب ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقرب خداوندی کا اعلیٰ ترین ذریعہ دعوت دین میں جدوجہد ہے جس کو پروردگار عالم نے اپنے پاکیزہ بندوں برگزیدہ رسولوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ

انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند و نجات برآں مانده اند ومقصود از بعثت ایں اکابر تبلیغ شرائع است۔ پس بزرگترین خیر است سعی در ترویج شریعت و احیاء حکمے از احکام آں علی الخصوص در زمانیکہ شعائر اسلام منہدم شدہ باشند کرورہا در راہ خدا عزوجل خرچ کردن برابر آں نیست

انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ وتسلیماتہ علیہم نے جو کائنات ہستی کے بہترین افراد ہیں شرائع الٰہیہ کی دعوت دی ہے اور نجات کا اسی کو معیار قرار دیا ہے اور ان اکابر کی نبوت وبعثت ومقصود ہی تبلیغ شرائع کی تبلیغ ہے پس ہر امر خیر سے بزرگ تر خیر شریعت کی ترویج میں سعی اور جدوجہد ہے۔ اور احکام شریعت میں سے کسی حکم کو زندہ کرنا ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ شعائر اسلام منہدم ہو رہے ہیں۔ کروڑوں روپیہ خدا عزوجل کے

کہ یکے از مسائل شرعیہ رواج دادن
چہ دریں فعل اقتدا بانبیاء است کہ بزرگترین
مخلوقات اند علیہم الصلوات والتسلیمات
و مشارکت ہست باآں اکابر و مقرر است
کہ کامل ترین حسنات بایشاں مسلم فرمودہ
اند و خرچ کردن کرورہا غیر ازیں اکابر
را نیز میسر است (مکتوب ۴ جلد اول)

راستے میں خرچ کرنا مسائل شرعیہ میں
سے کسی ایک مسئلہ کے رواج دینے کے برابر
نہیں ہے کیونکہ اس فعل میں انبیاء کرام کی
اقتداء ہے جو بزرگ ترین مخلوقات ہیں علیہم
الصلوات والتسلیمات اور ان اکابر کی ہمنوائی
ہے۔ اور یہ امر قطعی ہے کہ کامل ترین حسنات
ان بزرگواروں کو عطا ہوئی ہیں اور کروڑوں
خرچ کرنا تو ان اکابر کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے بھی میسر ہے۔

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بعثت و نبوت کے بعد پورے تیرہ سال متواتر مسلسل دین حق کی دعوت پہنچائی اور ہر نوع کے مصائب اور مشکلات کو برداشت فرمایا۔ یہی حال ان اصحاب کا تھا جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ ہر صحابی اسلام کو قبول کرنے کے بعد اپنے کو اسلام کا داعی سمجھتا تھا۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران میں تقریباً دو ثلث قرآن مجید نازل ہوا۔ جس میں دعوت کے مقاصد اور دلائل اور انبیاء سابقین کی دعوت کے واقعات اور نتائج کو واضح کیا گیا اور ان کی عملی جدوجہد اور عزم استقلال کو کھول کھول کر بیان کیا گیا تاکہ امت مسلمہ کیلئے نمونہ عمل و دلیل راہ بنے۔ اس طرح جب انفرادی دعوت کی ہر طرح پوری تکمیل ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کا حکم دے دیا گیا۔

پس تمام انبیاء کرام کا مخصوص کام اور ان کی بعثت کا اصل مقصود دین کی دعوت اور شریعت الہیہ کو دوسروں تک پہنچانا ہے اور اس کو پھیلانا اور رواج دینا ہے۔ تاکہ مخلوق خدا دائمی عذاب سے نجات پائے

جس طرح عقل وفہم کی رہنمائی ابتدا سے ہے اور آخر تک کے لئے ہے۔ اسی طرح نبوت رسالت کی ہدایت و رہنمائی بھی ابتدا سے ہے اور آخر تک کے لئے ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ انبیاء سابقین کی نبوت عام نہ تھی اور ہمیشہ کے لئے نہ تھی بلکہ مخصوص قوموں کے لئے تھی اور محدود زمانوں کے لئے تھی۔ اسی لئے انکی شرائع کے تحفظ اور بقاء کا اہتمام نہ کیا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت عام ہے۔ تمام انسانوں کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ جس کی ادائیگی فرد واحد سے ظاہری طور پر کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آپ کی دعوت میں آپ کا اتباع کرنے والوں کو بھی شامل کر دیا گیا جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

اے محمد اعلان کردو یہی ہے میرا راستہ کہ بلاتا ہوں اللہ کی طرف علی وجہ البصیرت میں بھی اور وہ شخص بھی جس نے میرا اتباع کیا ہے اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں۔

اب جب تک روئے زمین پر آپ کا اتباع کرنے والے رہیں گے دین حق کی دعوت کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

اس طرح انفرادی بعثت و نبوت کے سلسلہ کو آپ پر ختم کر کے دین حق کی دعوت کی ذمہ داری آپ کی امت پر عائد کر دی گئی۔ کیونکہ آپ کا ہر امتی آپ کا متبع اور پیرو ہے۔ اور آپ کی امت کو 'امتِ داعیہ' قرار دے دیا گیا جو رہتی دنیا تک اقوام عالم کی رہنمائی کرے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام نوع انسانی جن و بشر رہتی دنیا تک آپکی 'امت دعوت'

جس تک دینِ حق کی دعوت کا پہنچانا آپ کی امت اور آپ کے متبعین کی ذمہ داری ہے۔ مگر اس کے لئے دو اہم شرطیں لازم ہیں جو خود اسی آیت میں مذکور ہیں اوّل یہ کہ علیٰ وجہ البصیرت یقین و وثوق کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف دعوت دی جائے۔

دوسرے یہ کہ نفس کی جانب دعوت کا شائبہ بھی نہ ہو صرف اللہ ہی کی بلاوت ہو اور کسی دوسری غرض کی آمیزش اور دخل سے بالکل خالی ہو کیونکہ یہ بھی شرک ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے مستغنی و بے نیاز اور منزہ و پاک ہے۔

اس منصبِ عظیم کی وجہ سے امتِ محمدیہ کو دیگر امم اور اقوامِ عالم پر امتیازات دیے گئے اور اس کو "خیر امت" کا خطاب عطا کیا گیا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

اے امتِ محمدیہ تم خیر امت ہو تمہیں لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور تم میں ایسی جماعت جو خیر کی جانب دعوت دے اور بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے باز رکھے اور وہی لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو انجام دیتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق امر معروف سے مراد دین کا اتباع کرنے کا حکم ہے اور نہی منکر سے مراد کفر و شرک سے باز رکھنے کا حکم ہے (اس امر کو میں تفصیل سے مستقل بیان کر چکا ہوں)۔

اس تفصیل سے امتِ مسلمہ کا اصل فرضِ منصبی بھی معلوم ہوگیا اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ دینِ حق کی دعوت کا سلسلہ جو انبیاءِ سابقین کے ذریعہ جاری تھا۔ ختمِ نبوت کی وجہ سے وہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی پوری ذمہ داری امتِ مرحومہ ملتِ اسلامیہ پر عائد کی گئی ہے تاکہ جو کام پہلے افراد و اشخاص سے لیا جا رہا تھا آئندہ اس کی ادائیگی اجتماعی طور پر جماعتی نظم سے ہوتی رہے۔

اسی لئے علماءِ امت نے ہر دور میں اسلام کی دعوت کو فریضۂ اسلامی قرار دیا۔ بعض علماءِ امت نے دلائل کی عمومیت کی وجہ سے اس کو فرضِ عین قرار دیا ہے اور دیگر بعض نے عام صلاحیت کے فقدان کی وجہ سے اس کو فرضِ کفایہ قرار دیا ہے تفاسیر اور شروحِ احادیث سے اس کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ امر بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اگر کسی فرضِ کفایہ کی بقدرِ کفایت و ضرورت ادائیگی نہ ہو رہی ہو تو پھر وہ فرضِ عین کے حکم میں ہے۔ اور ہر مسلمان اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے تاوقتیکہ بقدرِ کفایت و ضرورت اس کی ادائیگی کا انتظام نہ ہو جائے۔

دعوتِ دین کی اہمیت اور ضرورت کے پیشِ نظر ہر اسلامی بستی میں پانچوقت دعوتِ اسلام کے اعلانِ عام کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور اس کو اہم شعائرِ اسلام سے قرار دیا گیا ہے۔ یہ پانچ وقت اذان کا اصل مقصود اور مفہوم ہے۔ جس کی وضاحت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی تصانیف میں اچھی طرح فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان اذان کی آواز سے بھاگتا ہے۔ اور اس حد تک بھاگتا ہے کہ یہ آواز اس کے کانوں تک نہ پہنچے کیونکہ یہ شیطانی دعوت کا اصل توڑ ہے۔ اور باطل دعوتوں کے مقابلہ میں دعوتِ حق کا اعلانِ عام ہے۔ اسی لئے اذان کی اجابت و قبولیت کو مسلمانوں کے لئے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے[1]

اس امر پر بھی غور کر لینا ضروری ہے کہ جب الفاظِ دعوت میں یہ قوت و

---

[1] اس کو تفصیل کے ساتھ میں اپنے رسالہ فضائل اذان و اقامت اور عظمتِ نماز میں بیان کر چکا ہوں۔ ۱۲

تاثیر ہے کہ شیطان ان کو سن کر بھاگتا ہے تو اصل دعوت میں کس قدر قوت و طاقت ہوگی ؟ مگر افسوس اور صد افسوس غیر مسلم تو درکنار ہم خود بھی اس حقیقت کی جانب متوجہ نہیں ۔ اگر اذان ہی کے معنی اور مفہوم کو ذہن نشین کر کے ہم دوسروں تک پہنچادیں تو کسی نہ کسی حد تک ہم اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتے ہیں ۔

غرض منصب نبوت و رسالت کو اگرچہ درجہ کمال و تمام تک پہنچا کر نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا مگر نبوت و رسالت کی ہدایت ختم نہیں کی گئی بلکہ اس کی ذمہ داری اس امت پر عائد کی گئی ہے، جو روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے ۔ اور اپنے اطراف و جوانب کی خیر خواہی اور صحیح رہنمائی کی ذمہ دار ہے ۔ ارشاد نبوی ہے ۔

الدین النصیحۃ — دین اسلام سراسر خیر خواہی ہے ۔

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انفرادی دعوت کو اجتماعی نوعیت دی اور اطراف و جوانب میں دعوتی وفود بھیجے اگرچہ ہجرت سے قبل بھی آپ نے بعض صحابہ کرام کو ان کے قبائل میں دعوت دین کیلئے بھیجا ہے ۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قبیلہ اشعری میں بھیجا اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو قبیلہ غفار او قبیلہ اسلم میں بھیجا اور حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ جہینہ میں بھیجا اور حضرت عامر حضرمی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنی عبد قیس میں بھیجا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ منورہ میں بھیجا تاکہ وہ ان قبائل کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دیں اور ان تک شرائع اسلام پہنچائیں ۔

لیکن ہجرت کے بعد یہ دعوتی وفود کا سلسلہ علانیہ جاری ہو گیا ۔ اور آپ نے سرداران قوم اور شاہان عالم کو دعوتی خطوط بھی بھیجے اور باطل

طاقتوں کو زیر کرنے کے لئے معاندین کے ساتھ جنگ وقتال بھی فرمایا تاکہ
دعوت حق کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ — اور قتال کرو تم ان سے یہاں تک کہ فتنہ
وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ۔ — نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے۔

ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل ہو مذہب کے بارہ میں کسی پر جبر و اکراہ نہ ہو۔
ارشاد باری ہے۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ — مذہب کے بارہ میں جبر و اکراہ نہیں ہے
الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ — کیونکہ رشد و ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو گیا ہے

یہ جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ ہے۔ جس کے متعلق
اوامر و احکام اور اصول و ہدایات مدینہ منورہ کے دوران قیام میں نازل
ہوئے۔

اس سلسلہ کی بکثرت آیات اور تفصیلی واقعات بھی قرآن مجید میں موجود
ہیں۔ اس جہاد اور قتال کا مقصد ملک گیری۔ زر اندوزی نہ تھا بلکہ کلمہ حق کو
سربلند کرنا تھا اور باطل کو سرنگوں کرنا تھا۔

لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا — تاکہ اللہ کی بات ہی سربلند رہے۔

چنانچہ چالیس سال (دس سال عہد نبوت اور تیس سال عہد خلافت راشدہ)
کے قلیل عرصہ میں روئے زمین پر حق غالب آگیا اور باطل طاغوتی طاقتیں اور
جبروتی سلطنتیں ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔ اور وہ کعبہ محترمہ جو ہجرت
سے پہلے صنم خانہ بنا ہوا تھا، نسل انسانی کے لئے مرکز توحید اور خداپرستی کا
گہوارہ بن گیا۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ — غالب آگیا حق اور مٹ گیا باطل

إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا — بے شک باطل مٹنے ہی کی چیز ہے۔

امت مسلمہ کو شر و فساد کے انسداد کے لئے جنگ و قتال کا اسی لئے حکم دیا گیا تاکہ اس کی آمرانہ حیثیت برقرار رہے۔ اور روئے زمین پر اس کو اقتدار اعلیٰ حاصل رہے۔ لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ اس کا مقصد حیات روئے زمین سے شر و فتنہ کا انسداد اور رشد و ہدایت کی اشاعت و ترویج ہو اگر یہ نہیں تو پھر وہ بھی نہیں۔

جب جہاد فی سبیل اللہ کی غرض و غایت پر نظر کی جائے گی تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ یہ ملت اسلامیہ کا وہ اہم فریضہ ہے جس کو کسی حال میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

الجہاد ماض الی یوم القیامۃ (ابو داؤد) — جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔

کیونکہ ملت کا عروج و فروغ اسی سے وابستہ ہے اور جس وقت بھی ملت میں ضعف و انحطاط آئے گا اور مقصد بعثت چھوٹ جائے گا۔ دنیا سے خیر مفقود ہو جائے گی اور شر و فساد کی وبا عام ہو جائیگی۔ انسانی خوبیاں مٹ جائیں اور شیطانی باتوں کا عروج و فروغ ہوگا۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم بیع عینۃ کرنے لگو گے۔ اور بیلوں کو اختیار کر لو گے اور کھیتی کو پسند کر لو گے اور جہاد فی سبیل اللہ (یعنی دینی جد و جہد) کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایک ذلت مسلط فرمائے گا جس کو اسوقت تک تم سے نہ ہٹائیگا جب تک تم اپنے دین کی طرف رجوع نہ کرو گے۔ یعنی جبتک تم اللہ کے دین کیلئے جہاد اور جد و جہد اختیار نہ کرو گے اسوقت تک تمہارے اوپر کو وہ ذلت و شکست و رسوائی جو تم پر مسلط کی گئی ہے کیونکہ اسکا اصل باعث دین کے مقابلہ میں

دیگر مقاصد حیات کی اہمیت ہے اور اپنے مقصد حیات کو چھوڑ کر دیگر کمینہ مشاغل میں اشتغال و انہماک ہے۔

ارشاد نبوی میں 'جہاد فی سبیل اللہ' کو دین سے تعبیر فرمانا اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ مہمات دین سے ہے جس سے ملت اسلامیہ کا عروج وابستہ ہے۔ اسی حقیقت کی جانب خلیفہ اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت کی تکمیل کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں صحابہ کرام متوجہ فرمایا اور دوران خطبہ میں فرمایا

'تم میں سے کوئی بھی جہاد کو نہ چھوڑے کیونکہ جو قوم بھی اس کو چھوڑ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ذلت مسلط فرما دیتے ہیں (محاضرات الخضری جلد ا صفحہ ۲۵۲)

یہ قوموں کے عروج و زوال کا فلسفہ ہے کیونکہ کوئی قوم بھی اپنی ملی خصوصیات کی جد و جہد کو چھوڑ کر اپنے ملی وجود اور امتیازی خصوصیات کو قائم اور برقرار نہیں رکھ سکتی۔

ان ارشادات کے مطابق اب اگر مسلمان ذلت و نکبت سے خلاصی پا سکتے ہیں تو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور دعوات الی اللہ ہی سے پاسکتے ہیں جو تمام انبیاء کرام کی بعثت اور مصلحین عالم کی مساعی کا خلاصہ اور مقصد عظمیٰ ہے۔

جو طریق ابتداء اسلام میں مسلمانوں کی عزت و شوکت کا باعث بنا وہی طریق اب بھی مسلمانوں کو قعر مذلت سے نکال کر اوج کمال تک پہنچا سکتا ہے جیسا کہ امام مالک رح سے منقول ہے[۱]۔

لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا ما صلح اولھا

اس امت کی آخر دور میں اسی طریق سے اصلاح ہوگی جس طریق سے اول دور میں اصلاح ہوئی۔

---

[۱] مجھے ایک عالم کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ۱۲

اگرچہ معاندین کے ساتھ جنگ و قتال کرنا جہاد کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ پھر بھی جہاد فی سبیل اللہ جنگ و قتال میں محصور نہیں۔ جنگ و قتال کے مقاصد اگر بے جنگ و قتال کے دیگر ذرائع سے حاصل ہو جائیں تو وہ ذرائع بھی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔

چنانچہ مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے تیرہ سال تک قریش مکہ کے ساتھ زبانی جہاد کا سلسلہ جاری رہا۔ جب زبانی جہاد کے تمام مراحل طے ہو گئے۔ ارشاد و تلقین اور دعوت و تبلیغ کے تمام طریقے آزمائے گئے تب قریش کے ساتھ تلوار سے جہاد کی نوبت آئی اور جنگ و قتال نے تعصب و ہٹ دھرمی کا خاتمہ کیا۔ حق و باطل میں ٹکراؤ ہوا حق غالب آیا اور باطل ٹکرا کر پاش پاش ہوا۔ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ اسی لئے جہاد کو عام رکھا گیا اور ان تمام مساعی کو جہاد قرار دیا گیا جو اسلامی دعوت کے عروج و فروغ کے لئے اختیار کی جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ تم مشرکوں سے جہاد کرو اپنے اموال سے بھی اور اپنی جانوں سے بھی اور اپنی زبانوں سے بھی (سنن ابی داؤد) زبانی جہاد اور زبانی مدافعت میں قلمی جہاد اور قلمی مدافعت بھی داخل ہے کیونکہ قلم زبان کا ترجمان ہے اور بات اس حد تک پہنچاتا ہے جہاں تک رسائی سے زبان قاصر ہے۔ زبانی جہاد کے اثرات وقتی ہوتے ہیں اور قلمی جہاد کے نقوش دیرپا ہوتے ہیں اور صدیوں تک باقی رہ سکتے ہیں۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ (اور تیاری کرو تم ان کے مقابلہ کیلئے جس کی بھی تم طاقت رکھتے ہو)

یہ قلمی جہاد ہاد علماء امت کی دماغی کاوشوں ہی کا نتیجہ ہے کہ اس فکری اور عقلی دور میں بھی اسلامی افکار و اصول تمام نظریات سے بھاری ہیں۔ اور ہر دور میں غالب رہے،

اور رہیں گے۔

لایزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق	ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر غالب رہے گا۔

کوئی مذہب وملت اس حیثیت سے بھی اسلام کے مقابلہ میں نہیں آسکتی سابقہ مذاہب اسی لئے ردو بدل اور نیست و نابود ہوئے کہ قلمی جہاد کے تعاون سے خالی تھے۔ آج ان کی الہامی کتابوں کے صحیح نسخوں کا بھی وجود نہیں ہے۔ جبکہ اسلامی تاریخ کے ہر دور کی علمی مساعی کتابی اوراق پر منضبط اور منقوش و محفوظ ہے۔ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

حق و باطل کے بارہ میں عادت خداوندی یہ ہے کہ حق کو واضح کرکے پہنچادیا جاتا ہے۔ جب حق بات دماغوں میں پہنچ جاتی ہے تو باطل خیالات دماغوں سے نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ	بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک کر مارتے ہیں وہ کھوپڑیوں کو توڑ کر دماغوں میں پہنچتا ہے تو باطل مٹ جاتا ہے۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ حق و باطل کو روشنی اور تاریکی سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس طرح تاریکی اس وقت تک دور نہیں ہوسکتی جب تک روشنی نہ آئے۔ اسی طرح باطل کی ظلمت اس وقت تک زائل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے سامنے نور حق نہ آئے ارشاد باری ہے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا	اے محمدؐ اعلان کردو کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی کے لئے ہے۔

اس دور میں تبلیغ و دعوت اور اسلامی اصول کی عام نشر و اشاعت کی اہمیت اور ضرورت

اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ آج دنیا میں اصولی نظریاتی سرد جنگ چھڑی ہوئی ہے اور طاقت نشر و اشاعت کے ہاتھ میں ہے۔ غلط سے غلط اور باطل سے باطل گمراہی کو نشر و اشاعت کے ذریعہ مقبول عام بنایا جا سکتا ہے۔ پھر بھی امور حق اور اصول دین وفطرت کو دوسروں تک پہنچانے میں کوتاہی عقل وفہم میں آنے والی بات نہیں ہے۔

دین حق کے فطری اصول کے مقابلہ میں چونکہ باطل نظریات کی اشاعت و دعوت زیادہ سے زیادہ پھیل رہی ہے۔ اسی لئے دین حق روز بروز مضمحل ہو رہا ہے۔ باطل پھیل رہا ہے اور حق کی روشنی ماند پڑ رہی ہے۔ فوا اسفا

خصوصاً جبکہ انسانیت کی نجات وفلاح بھی اسلامی اصول سے وابستہ ہے کیونکہ اسلام کے خلاف جس قدر بھی نظریات زندگی قائم کئے گئے تھے وہ آج ناکام ہی نہیں بلکہ نوع انسانی کی تباہی اور بربادی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

اس امر پر بھی غور کر لینا ضروری ہے کہ پروردگار عالم نے سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تمام نسل انسانی کے لئے قیامت تک کے لئے رسول ونبی ہادی ورہنما، بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ کی نبوت و رسالت کسی خاص قوم خاص ملک اور مخصوص زمانہ کیلئے نہیں بلکہ تمام انسانوں کیلئے ہے اور آخر تک کیلئے ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

اے محمد اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر تمام لوگوں کیلئے تمامے جنت کی بشارت دینے والا اور آخرت کی سزا سے آگاہ کرنیوالا رسول بنا کر۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

اے محمد کہہ دو کہ اے لوگو میں سب کی جانب اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

اسی طرح جو قرآن مجید آپ پر نازل کیا گیا اس کی ہدایت بھی عام ہے۔ تمام

انسانوں کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا
(الفرقان)

بابرکت ہے وہ ذات جس نے نازل فرمائی حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب اپنے بندہ محمدؐ پر تاکہ وہ تمام جہانوں کو (گمراہی کے انجام سے) ڈرائیں۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ (انعام)

نہیں ہے وہ مگر یاددہانی تمام جہانوں کیلئے۔

وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ (مدثر)

اور نہیں ہے وہ مگر یاددہانی ہر بشر کے لئے

هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (مومن)

رہنمائی اور یاددہانی ہے عقل والوں کے لئے۔

پس جس طرح انبیاء اور رسولوں کی بعثت و نبوت حق تعالیٰ کی جانب تمام مخلوق کیلئے ہدایت بھی ہے اور روز حشر حجت تمام بھی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید فرقان حمید بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے تمام مخلوق کیلئے پیام ہدایت بھی ہے اور حجت تمام بھی ہے جو روز حشر سرکش باغی انسانوں پر قائم کی جائیگی اور ان سے کہا جائے گا۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ
فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ (مومنون)

کیا تمہارے پاس میری آیات نہیں پہنچی تھیں جو تم پر پڑھی جاتی تھیں اور تم ان کو جھٹلاتے تھے؟

جب یہ پیام خداوندی اور ہدایت ربانی تمام انسانوں کیلئے تو اس کو تمام انسانوں تک پہنچانا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ پروردگار عالم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ
إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

اے رسول لوگوں کو پہنچا دو جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کا حق ادا نہ کیا

اب جن لوگوں تک بھی قرآنی دعوت پہنچ جائے گی ان کے حق میں حق رسالت کی ادائیگی بھی ہو جائے گی اور گمراہی کے برے انجام سے آگاہی بھی جو قرآن مجید کے

نزول کے اہم مقاصد سے ہے ۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے ۔

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ۚ

اور میری طرف یہ قرآن اس مقصد کی خاطر وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اس کے ذریعہ تم کو انجام سے آگاہ کروں اور جس جس کو بھی یہ پہنچے۔ قرآن حکیم

احادیث ذیل سے اس آیت کی پوری وضاحت سامنے آجائے گی ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آیت کی تفسیر فرماتے ہیں کہ مراد اہل مکہ ہیں اور جس شخص تک بھی قرآنی دعوت پہنچ جائے تو قرآن مجید اس کے حق میں گمراہی کے انجام سے آگاہ کرنے والا ہے (در منثور)

حضرت مجاہد اس آیت سے استدلال کرکے فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن مجید پہنچ گیا تو وہ اس قوم کے لیے حق کا داعی ہے ۔ اور اس کو گمراہی کے انجام سے آگاہ کرنے والا ہے ۔ اور قرآن مجید عرب اور عجم دونوں کے حق میں حق تعالیٰ کا نذیر ہے (در منثور) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب آیت واوحی الآیۃ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی اور ہر جابر بادشاہ کو خطوط بھیجے جن میں ان کو اللہ عزوجل کی جانب دعوت دی (در منثور) تاکہ جس حد تک جن اقوام تک اور جن سلاطین عالم تک بھی آپ اس قرآنی دعوت کو پہنچا سکیں پہنچادیں اور اس کے وحی و نزول کا مقصد پورا ہو ۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بعض قیدی پیش کئے گئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تمہیں اسلام کی دعوت دی گئی ؟ انہوں نے عرض کیا " نہیں "۔ آپ نے ان کو رہا فرما دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ الآیۃ ۔ پھر آپ نے فرمایا

ان کو چھوڑ دو تاکہ یہ اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں کیونکہ ان کو اسلام کی دعوت نہیں دی گئی ہے (در منثور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس شخص کو یہ قرآن پہنچ گیا وہ ایسا ہے کہ میں نے گویا اس سے بالمشافہ بات کرلی (اور اس تک خود پیام الٰہی پہنچا دیا) پھر آپؐ نے آیت قل اوحی الیّ" الایۃ تلاوت فرمائی (در منثور)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے آیۃ و اوحی الیّ الآیۃ کی تفسیر میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تم اللہ کی طرف سے لوگوں کو پہنچاتی رہو۔ کیونکہ جس شخص کے پاس کتاب اللہ کی ایک آیت بھی پہنچ گئی اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچ گیا۔ (در منثور از ابن جریر وغیرہ)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لوگو تم دوسروں کو پہنچاتے رہو۔ چاہے کتاب اللہ کی ایک ہی آیت ہو کیونکہ جس شخص کو کتاب اللہ کی ایک آیت بھی پہنچ گئی اس کو اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچ گیا چاہے وہ اس حکم کو قبول کرے اور یا رد کرے (در منثور از ابن جریر)

ان احادیث سے آیت کی بخوبی توضیح ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ قرآنی دعوت اور اسلامی اصول کو دیگر اقوام تک ایسی طرح واضح طور پر پہنچا دینا کہ ان کی سمجھ میں آجائے۔ یہ بھی ضروریات دین اور دینی فرائض میں سے ہے۔ اور قرآن مجید کے نزول کا اہم مقصد ہے۔ چاہے وہ لوگ اس کو قبول کریں یا نہ کریں۔ اسی مقصد کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ — اور نہیں ہے رسول کے ذمہ مگر واضح کرکے پہنچا دینا۔

[illegible] عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ — اور بیشک ہمارے رسول کے ذمہ واضح کرکے پہنچا دینا ہے

اب اس پر غور کر لیا جاوے کہ اس بارہ میں ہمارے سے کس قدر کوتاہی ہو رہی ہے؟ اس امر پر بھی غور کر لینا ضروری ہے کہ قرآن مجید قرونِ عہد علمی تاریخی حیثیت سے نازل نہیں ہوا بلکہ اس کی تمام آیات ہمیشہ کے لئے عملی رہنمائی ہیں۔ اسی لئے ناسخ و منسوخ آیات کی صراحت و وضاحت ضروری سمجھی گئی اور منسوخ آیات کو منسوخ العمل قرار دیا گیا۔ اب اگرچہ ہم اعتقادی طور پر تمام قرآن مجید کو برحق مانتے ہیں اس کو احکام خداوندی اور ہدایات ربانی کا مجموعہ جانتے ہیں۔ خیر و برکت اور حصول اجر و ثواب کے لئے اس کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ لیکن عملی حیثیت سے ہم نے معظم قرآن مجید کو ناقابل عمل قرار دیا ہے اور اپنی عملی زندگی سے خارج کیا ہوا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ انہی امور پر مشتمل ہے۔ جن کو ہم اپنی عملی زندگی سے خارج کئے ہوئے ہیں۔

رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا — پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بے کار بنایا ہوا ہے۔

پھر اگر ذلت و نکبت میں مبتلا ہیں تو اس میں استبعاد کیا ہے؟ جب قانون فطرت کی جانب سے لاپروائی برتی گئی تو قانون قدرت کے مطابق اس کا نتیجہ بھگتنا بھی ناگزیر تھا۔

ان امور پر اگر غور کیا جائے تو یہ اسلام کی نصرت و حمایت کی مختلف شکلیں ہیں۔ اور اسی عہد و میثاق کی ادائیگی ہے۔ جو روز ازل میں تمام اولاد آدم سے لیا گیا ہے۔ یہ امور جن کی جانب میں نے توجہ دلائی ہے کوئی جدید نظریات نہیں بلکہ ہر دور میں علماء حق ان کی جانب توجہ دلاتے رہے اور ان کی فرضیت اور اہمیت کو نمایاں کرتے رہے۔ انفرادی طور پر ان کی ترویج میں کوششیں بھی ہوتی رہی لیکن جو کام اجتماعی کرنے کے تھے وہ انفرادی مساعی سے کس طرح رواج عام اختیار

کر سکتے تھے، لا محالہ ملت سے چھوٹ گئے۔

میں نے اپنی معلومات پیش کردی، اب ان پر غور کرکے ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی کرنا علماء کرام کا کام ہے، جو انبیاء کرام کے وارث و جانشین ہیں۔ جب تک ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی نہ ہوگی، یہ بگاڑ وفساد، یہ نکبت و ذلت دور نہیں ہو سکتی۔

یہ سمجھنا کہ تعلیم و تبلیغ، درس و تدریس، وعظ و تذکیر، تصنیف و تالیف نشر و اشاعت وغیرہ امور جو دینی مراکز میں انجام پا رہے ہیں، انہی مذکور کی ادائیگی ہے ایک صریح مغالطہ اور غلط فہمی ہے کیونکہ جو امور دینی مراکز میں انجام پا رہے ہیں وہ اگرچہ دینی اہم خدمات ہیں اور اس بارہ میں ملت علماء کرام کی ممنون احسان و شکر گذار بھی ہے لیکن پھر بھی یہ امور دین کی حفاظتی تدابیر ہیں، دین کی نصرت و حمایت نہیں ہیں اور نہ نصرت و حمایت کے اصل مقاصد کو پورا کر رہی ہیں، جن سے ملت کا عروج و فروغ وابستہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان حفاظتی تدابیر کی انتہائی فراوانی کے باوجود ملت زوال پذیر ہے اور روز بروز انحطاط پذیر ہو رہا ہے۔ اور مسلمان ان بیس سال میں اس قدر گر گیا ہے جس کا بیس سال پہلے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ پھر یہ نتیجہ معکوس کیوں برآمد ہو رہا ہے؟ اگر نصرت و حمایت کی ان اقدامی شکلوں کو ان حفاظتی تدابیر کے ساتھ جمع کر لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان سربلند نہ ہوں۔ الحق یعلو ولا یعلیٰ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب والسلام علی المرسلین ط

خاکپائے علماء
محمد احتشام الحسن

دارالاشاعت
کاندھلہ ضلع مظفر نگر

05:07

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"نہایت ضروری انتباہ"

میری عادت ہے کہ میں جو تحریر لکھتا ہوں چھپوانے سے پہلے وہ متعدد علماء کرام کو دکھالیتا ہوں تاکہ اگر کوئی غلطی ہو تو اس کو صحیح کرلیا جائے غلط بات نہ چھپ جائے۔ اس تحریر کو لکھنے کے بعد میں نے حضرت مولانا محمد میاں صاحب کے پاس بھیجا کہ اس کی صحت فرماکر اخبار الجمعیۃ میں شائع کردیا جائے۔ اخبار الجمعیۃ کی اشاعت کے بعد مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے پاس بھیجا کہ اگر کوئی غلطی ہو تو اس سے مطلع کردیا جائے۔ جب مفتی صاحب موصوف نے اس کی تصدیق فرمادی تو پھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم کے پاس اس کو بھیجا کہ اگر آپ اس سے متفق ہوں تو اس کو ماہنامہ "دارالعلوم" میں شائع فرمادیں تاکہ اس سلسلہ میں علماء دیوبند کا مسلک واضح ہوجائے۔ ماہنامہ دارالعلوم میں اشاعت کے بعد جب ہر طرح اس کی اشاعت پر اطمینان ہوگیا تو عام ضرورت کے پیش نظر اس کو رسالہ کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔ یہ بالکل وہی مضامین اور مقاصد ہیں جو میں نے اب سے چالیس بیالیس سال قبل سیدی ومرشدی حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد سے احیاء العلوم امام غزالی۔ اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی تصانیف سے اخذ کرکے متعدد رسالوں

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج" "اصلاح انقلاب، اصلاح معاشرت" "اسلامی زندگی" "پیام عمل مکافات عمل) میں شائع کئے اور اس وقت کے اکابرین علمائے امت سے ان کی تصدیق کرائی جو برابر تبلیغ کیا ہے ؟ کے نام سے شائع ہو رہے ہیں۔ اس سب کے باوجود یہ نظام الدین کی موجودہ تبلیغ کی تائید نہیں ہے۔ اور نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم و فہم کے مطابق نہ قرآن و حدیث کے موافق ہے اور حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور علماء حق کے مسلک کے مطابق ہے۔ جو علماء کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن و حدیث ائمہ سلف اور علماء حق کے مسالک کے مطابق کریں۔

چونکہ ایک غلط چیز دین کے نام سے پھیل رہی ہے اور تبلیغ کے نام پر غلط فہمی پھیل رہی ہے۔ یہی میرے نزدیک تمام آفات و بلایا کے نزول کا اصل باعث ہے۔ اسی ضرورت نے مجھے اس رسالہ کی اشاعت پر مجبور کیا تاکہ علماء کرام اس کی طرف توجہ فرمادیں اور ان خرابیوں کا انسداد فرمادیں جن کی وجہ سے ملت تباہی اور بربادی میں مبتلا ہو رہی ہے۔ یہی اصل مقصود ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ ۔

میری عقل و فہم سے یہ چیز بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کو اب انتہائی بے اصولی کے بعد دین کا اہم کام کس قرار دیا جا رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس کو فیوض الحرمین میں بدعت حسنہ ہی کی حیثیت سے اختیار فرمایا ہے۔ اور اسی سے میں نے

اس کام کو اختیار کیا۔ اور اب تو مشکلات کی نوعیت کے بعد اس کو بدعت
حسنہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ میرا مقصد صرف اپنی دینی ذمہ داری سے
سبکدوشی ہوتا ہے۔ اور اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو بہت سے مسائل کی
وجہ سے پھیل رہی ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب
لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب ؏

خیراندیش

محمد احتشام الحسن

دار الاشاعت کاندھلہ ضلع مظفرنگر یو۔پی

۲؍ صفر المظفر سنہ ۱۳۸۷ھ

۱۳؍ مئی سنہ ۱۹۶۷ء

(نوٹ)

دار الاشاعت کی مفصل فہرست دس پیسہ محصول ڈاک بھیجکر مفت طلب فرمائیں۔

(الجمعیۃ پریس دہلی)